نقش آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آزادئ نسواں کی تحریک اور اسلام

یورپ کی غلامی میں آکر جب عالم اسلام کے ذہن و فکر اور تہذیب و اخلاق کو مغرب نے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور جن دینی، علمی اور اخلاقی فتنوں نے اسلامی تہذیب و معاشرت پر یلغار کی اس میں سرفہرست ایک اہم فتنہ تحریک آزادئ نسواں اور مساوات مرد و زن ثابت ہوا۔ اسلام کے نظام ستر و حجاب اور عورتوں کے مقدس اور محترم مقام و منزلت اور اس پر مبنی ایک پاکیزہ خاندانی نظام کو تہ و بالا کرنے کیلئے مستشرقین یورپ، غیر مسلم مصنفین اور ہمارے ہاں کی یورپی تہذیب کو معیار حق و انصاف سمجھنے والے نام نہاد مصلحین اور ترقی پسندوں نے اس نظام کو نشانۂ تضحیک بنایا، مسلمانوں میں مغرب سے مرعوب اذہان نے مغرب کی لے میں لے ملائی کبھی تعدد ازدواج کی ہنسی اڑائی گئی، پردہ کو مشقِ تحقیق بنایا گیا اور کبھی مسلمان عورتوں کی مظلومیت اور قید و بند کا ماتم شروع کیا اس طرح مسلمان عورت کی ایک نہایت بھیانک، قابلِ رحم تصویر بنا دی گئی، برصغیر کے عہدِ غلامی سے طرح طرح کی آوازیں اٹھتی رہیں قیام پاکستان کے بعد عورتوں کی بے پردگی اور بے حیائی میں زبردست اضافہ ہوا عورت کو اس کے مقام حیا و عفت سے ہٹانے کی مساعی ہوتی رہیں۔ مگر ایک دعوت اور تحریک کی شکل میں یہ کام بھی پچھلے دو ایک سال سے بڑی تیزی سے بڑھنے لگا۔ پچھلے سال کو خواتین کا عالمی سال کہا گیا۔ پاکستان بھی اس مہم میں پوری اقوام سے پیچھے نہ رہا یہاں تک۔ کہ پاکستان کی اعلیٰ خواتین کے ایک وفد نے میکسیکو کی ایک تقریب خواتین میں شمولیت کی جس میں پیشہ ور عورتوں نے پیشہ کو قانونی حق دینے اور ایک عورت کو کئی مردوں سے شادی رچانے جیسے مطالبے بھی کئے گئے۔ قومی اسمبلی میں خواتین کے عالمی سال کے متعلق ایک قرارداد پیش کی گئی اور سال بھر آزادئ نسواں اور حقوقِ نسواں کی تائید میں تقریریں ہوتی رہیں۔ مگر اس مسئلہ کا نقطۂ عروج وہ تھا جب پاکستان کے محترم وزیر اعظم نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سیرت مقدسہ سے متعلق کانگریس کی آخری تقریب کراچی کے استقبالیہ میں دنیا بھر کے مسلمان مفکرین کے سامنے پردہ کے بارہ میں اظہار خیال کیا اور یہ ہماری رائے میں اس کانگریس کا خاتمہ نہیں سوء خاتمہ تھا۔ جب آپ نے فرمایا کہ ہمیں اقتصادی مشکلات کی وجہ سے پردہ جیسے فرسودہ خیالات پر نظر ثانی کرنا ہوگی۔ پھر جناب وزیر اعظم نے ایک اور عملی قدم اٹھاتے ہوئے بلوچستان کی ایک تقریب میں عورتوں کو پردے سے باہر آجانے کی دعوت دی اور فرمایا کہ یہ مساوات نہیں کہ عورتیں گھروں کی قید و قفس میں محصور رہیں، انہیں سیاسی اور اجتماعی میدانوں میں سامنے آنا چاہیئے اور یہ فرسودہ روایات ہیں۔ یہ صرف ایک رائے اور اظہار خیال نہ تھا، بلکہ ایک مسلم اور غیور و جسور قوم کو عملی دعوت

تھی، اور یہ سطور لکھتے وقت اسلام آباد میں عورتوں کی حیثیت کے بارہ میں آر سی ڈی کے سیمینار میں صدرِ مملکت سمیت کئی اعیانِ سلطنت کے ایسے ہی خیالات اور پیغامات سامنے آرہے ہیں، پس جب قوم کھلے دل سے ایک اہم مسئلہ پر اپنے عمائدین کے ایسے خیالات سن رہی ہے، اس طرح خدا و رسول کی مسئولیت اور ذمہ داریوں کے پیش نظر ہمیں کچھ گزارشات پیش کرنے کا حق ہے اور جب مسئلہ زیرِ بحث کا تعلق سیاسی نظریات اور سیاست سے نہیں ملک کی اخلاقی معاشرتی قدروں اور اسلام کے ایک مستقل نظام عصمت و عفت سے ہے تو ہر دردمند مسلمان کو قرآن و سنت کی روشنی میں اظہارِ خیال کا حق ملنا چاہیئے اور کھلے دل سے اسے سننا چاہیئے۔

اصولی طور پر پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کیا واقعی اسلام میں عورت کی حیثیت اور حقوق کے تعین کا مسئلہ مبہم چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور کیا واقعی اسلام نے عورت کو اس کا جائز مقام نہیں دیا؟ اور یہ کہ اس بارہ میں دشمنانِ اسلام کا پروپیگنڈہ واقعی صحیح ہے؟ اس بارہ میں ہمیں تاریخ پر سرسری نگاہ ڈالنی ہوگی۔ اس بارہ میں کیا عرب اور کیا عجم اقوام و ادیانِ عالم کی تاریخ کا ایک ادنیٰ طالب العلم بھی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ اسلام ہی وہ دینِ فطرت اور دینِ رحمت تھا جس نے عورت کو تحت الثریٰ سے اٹھا کر اوجِ ثریا تک پہنچا دیا۔ ظہورِ اسلام سے قبل دنیا بھر کے اقوام و ملل اور انسانی رسوم و رواج میں عورت جس ظلم و ستم اور ابتذال و تحقیر کی حالت میں مبتلا تھی اُسے قرآن نے ایک اعجازی لفظ جاہلیت اولیٰ سے تعبیر کیا ہے۔ یہ جاہلیت کیا تھی تاریخ شاہد ہے کہ اسے ایک مبتذل چیز سمجھا جاتا تھا جانوروں کی طرح اس کی خرید و فروخت عام بات تھی وہ کسی چیز کی مالک نہ سمجھی جاتی نہ وہ اپنے مال و متاع میں مردوں کی مرضی کے بغیر کوئی تصرف کرسکتی تھی نہ وہ کسی کی وراثت کی حقدار تھی نہ اسے کسی قسم کی وصیت کرنے کا اختیار تھا۔ اس کے قتل ہو جانے کی صورت میں دیۃ اور قصاص میں وہ مردوں کے برابر نہ تھی۔ نکاح میں اسکی مرضی تو بڑی بات ہے مرد جب چاہتا اسے پیشہ کرانے پر بھی مجبور کرسکتا تھا۔

عورت کے بارہ میں جاہل اقوام کے عجیب روح فرسا نظریات تھے، روم جیسے متمدن اقوام میں ایک عرصہ تک سرے سے یہ مسئلہ بھی محلِ نظر رہا کہ عورت انسان بھی ہے یا صرف جانوروں کی طرح کوئی اور مخلوق۔ رومی ادوار میں اسے ایک نجس جانور قرار دیکر فیصلہ کیا گیا کہ اسے بات چیت کرنے کا بھی حق نہیں، باؤلے کتے یا اونٹ کی طرح اسکے منہ پر غلاف باندھا جائے گا۔ مغربی اقوام میں ایک رائے یہ بھی تھی کہ عورت ذی روح ہی نہیں اس بارہ میں یہ بھی اختلاف تھا کہ عورت عبادت، اور بندگی کی اہلیت بھی رکھتی ہے یا نہیں۔ بعض اقوام میں شودروں کی طرح عورتوں کے پورے طبقہ کو مقدس مذہبی کتابوں کے پڑھنے پڑھانے کی قانونی ممانعت تھی۔ اس طرح ادائیگی عبادات کی بھی۔ کئی قبائل اور اقوام بلکہ خود ساختہ ادیان میں والد کو یہ حق دیا گیا کہ وہ اپنی بیٹیاں بیچ سکتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض عرب قبائل میں اسے بیٹی کو زندہ درگور کر دینے کا "سماجی حق" حاصل تھا۔ اور یہ کوئی معیوب بات نہ سمجھی جاتی۔

دوسری طرف اس جاہلی دور میں جسے جاہلیّت اولیٰ اور تبرج جاہلیّت میں اشارہ کیا گیا ہے، عورت کو محض ایک آلۂ تعیش اور ذریعۂ استلذاذ بنا کر رکھ دیا گیا تھا اس کی حیثیت مردوں کی ایک شاملات ایک وقف اور ایک مشترکہ قومی ملکیت کی تھی کہ وہ مردوں کے مفادِ عامہ کی ایک مخلوق اور تفریحِ طبع کا ایک سامان ہے۔ اس کا فریضہ ہے کہ غلاموں کی مانند مردوں کے آرام و راحت میں لگی رہے، اور نت نئی اداؤں، عشوہ طرازیوں اور نمود و نمائش کے نئے نئے طریقوں سے مردوں کو سامانِ تسکین فراہم کرتی رہے، کئی جاہلانہ رسومات میں عورت کئی مردوں کی مشترکہ متاعِ نشاط بن سکتی تھی۔ شوہر کے ہوتے ہوئے اس کا عاشق بھی برابر کا حقدار سمجھا جاتا اور ایک مرد بلا لحاظ عدل و انصاف اور بلا لحاظ تعداد جتنی بھی چاہے عورتوں کو نکاح یا تمتع میں رکھ سکتا تھا۔

اب اسلام نے آ کر ایک طرف تو اس ضعیف و ناتواں جسم سے ظلم و استبداد کی ساری بیڑیاں توڑ ڈالیں، اسے مقامِ انسانیت میں مردوں کے ہمسر قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یاایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثیٰ —— حضورؐ نے فرمایا عورتیں مردوں کا جڑواں نصف ہیں۔ پھر نہ صرف خطاباتِ خداوندی کا مکلف اور مخاطب بنایا بلکہ یہ کہ عبادات کی اہلیّت رکھتی ہے اور احکامِ دین کی تعمیل و امتثال میں اجر و ثواب، اور قدر و منزلت کے اعتبار سے مردوں سے بھی سبقت لے سکتی ہے —— ولیس الذکر کالانثیٰ —— قرآن کریم نے اگر عبدیت و عبادت میں بلاتفریق اگر مردوں کو مسلمین، مؤمنین، قانتین، صادقین، صٰبرین، خاشعین، متصدقین، صائمین، حافظین، ذاکرین کے خطابات دیئے تو اسی کے ساتھ ہی عورتوں کو بھی مسلمات، مؤمنات، قانتات، صادقات، صابرات، خاشعات، متصدقات، صائمات، حافظات اور ذاکرات کے تمغوں سے نوازا اور بلا امتیاز ایسے دونوں طبقوں کو مغفرت اور اجرِ عظیم کی بشارت دی۔ فوزِ عظیم جناتِ خلد اور رضوان و خوشنودی کی بشارت دونوں فریقوں کو دیتے ہوئے کہا گیا: وعد اللہ المؤمنین والمؤمنات جنّٰتٍ (الیٰ قولہ) ذٰلک ھو الفوز العظیم۔ اسلام نے نہ صرف اس کا حق ملکیت تسلیم کیا بلکہ اپنے مال و دولت میں ہر طرح جائز عقد و تصرف، بیع شراء، اجارہ، عاریت، صدقہ اور ھبہ وغیرہ تصرفات کا اختیار دیا گیا اسے وصیت کرنے کا حق دیا میراث کا اسے مستحق قرار دیا۔ فرمایا: وللنساء نصیبٌ مما ترک الوالدان والاقربون عورتوں کا والدین اور رشتہ داروں کی وراثت میں حصّہ ہے —— دیۃ اور قصاص میں وہ مردوں کے برابر ہے۔ انہیں قتل کرنا تو بڑی بات، مارنا پیٹنا بھی ممنوع ہے۔ ان کی پاکدامنی اور عفت پر غلط انگلی اٹھانے والے اور تہمت لگانے والے دنیا اور آخرت میں لعنت کے سزاوار ہیں اور انہیں عذابِ عظیم کی وعید ہے۔ انّ الذین یرمون المحصنٰت الغٰفلٰت المؤمنٰت لعنوا فی الدنیا والآخرۃ ولھم عذابٌ عظیم —— الآیہ۔ اگر چاہے تو اپنے شوہر کے غلط بہتان پر اس سے لعان کر سکتی ہے اور اس سے الگ ہو سکتی ہے۔ شریعت نے پاکدامن خواتین کی بہتان تراشی کی سخت سزا حدِ قذف مقرر کر دی ہے۔ الغرض وہ ہر طرح اپنے جائز حقوق کا دفاع کر سکتی ہے۔ اسلام نے اس کی انفرادی اجتماعی اور معاشرتی

زندگی کی ہر ناجائز بندش توڑ دی ہے۔ نکاح میں اسے اپنی مرضی اور اختیار کا حق دیا گیا کہ جسے چاہے قبول کرے۔ چاہے مسترد کر دے۔ پھر اسلام نے نکاح کی حدود بھی متعین کر دیں کہ وہ مالکیت اور مملوکیت کا رشتہ نہیں زوجین کے باہمی تعلق اور ربط کا نام ہے اس عقد سے وہ مرد کی غلام نہیں بن جاتی، بلکہ یہ ایک ایسی تمدنی اور معاشرتی ضرورت ہے جس کے مرد اور عورت دونوں محتاج ہیں۔ اور یہ دونوں کے فطری تقاضوں کی تکمیل ہے۔ البتہ فریقین کی نفسی اور فطری ضرورتوں سے شوہر کو اس پر ایک گونہ برتری حاصل ہے۔ وللرجال علیھن درجۃ — اور — الرجال قوامون علی النساء کہ اس میں عورت ہی کا تحفظ اور بھلائی ہے۔ اور اس ادنیٰ برتری کے صلہ میں بھی مرد کو مہر کا پابند بنا دیا گیا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ اس کی تمام ضروریات زندگی نان و نفقہ اور لباس و سکونت کا بھی ذمہ دار مرد ہی ہے۔ خواہ عورت کتنی بڑی مالدار اور ذی استطاعت کیوں نہ ہو مرد طرح طرح کی مشقتیں اٹھا کر اس کی اور اس کی اولاد کی ضروریات کی کفالت کا پابند ہے۔ اس کے علاوہ بھی مرد کو ہر قسم کے حسن سلوک کی تلقین کی گئی۔ فرمایا: وعاشروھن بالمعروف۔ حضورؐ نے فرمایا تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جس کا سلوک اپنی بیوی سے بہتر ہے۔

حقوق والدین کی وصیت کی گئی تو بار بار ماں کے بارہ میں زیادہ تاکید کی گئی فرمایا جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے، فرمایا جو شخص لڑکیوں کی کفالت کرے گا دوزخ کی آگ اس پر حرام ہوگی۔ فرمایا جو شخص دو بیٹیوں کی بلوغت تک نگہداشت کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ اتنا قریب ہوگا جیسے ہاتھ کی دو انگلیاں قریب ہوتی ہیں۔ فرمایا ما اکرم النساء الّا کریم ولم اھانھن الّا لئیم۔ عورتوں کی عزت و تکریم شرفاء کا اور ان کی اہانت و تحقیر رذیلوں کا شیوہ ہے۔

اسی طرح تعدد ازدواج میں جاہلیت کی غیر محدود تعداد اور مردوں کی کھلی چھٹی کو چار تک محدود کر دیا گیا اور یہ بھی اس شرط سے کہ جب عدل کے تقاضوں کو پورا کیا جا سکے۔ اب مرد استطاعت مالی کے باوجود بھی چاہے تو چار سے زیادہ شادیاں نہیں کر سکے گا۔ اس طرح طلاق میں بے تحاشا اسراف اور دھاندلی کا سلسلہ تھا۔ اس اسراف اور ابتذال کو روکنے کے لئے مرد پر طرح طرح کے قدغن لگائے گئے۔ فرمایا: فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً۔ ان کے ساتھ نیکی کی معاشرت کرو۔ اگر تم انہیں ناپسند کرتے ہو تب بھی، تم کسی چیز کو ناپسند کرو گے اور خدا اس میں بہت بھلائی رکھدے گا۔ پھر رجوع کی شکل میں اس مبغوض الی اللہ عمل کی تلافی کا موقعہ بھی مردوں کو دیا گیا۔ اسلام سے قبل بیواؤں کی حالت نہایت قابل رحم تھی اسلام نے نہ صرف عقد بیوگان کو جائز قرار دیا بلکہ حضور اقدسؐ نے اپنے پہلے نکاح میں عملی نمونہ پیش فرمایا۔ اور بیواؤں کی مشکل حل کر دی گئی۔ عورت کو یہ حق بھی اسلام نے بخشدیا کہ وہ نکاح کی شکل میں اس باہمی معاہدہ کو بامر مجبوری اور نامساعد حالات میں فریقین کی مرضی سے فسخ اور تنسیخ بھی کر سکتی ہے۔ الغرض دنیا کا کوئی دستور و نظام اور رسم و رواج ایسا نہیں جس نے عورت کو وہ مقام دیا ہو جو اسلام نے دیا۔

اسی طرح عورت کی اس بے کسی کا معاملہ ہے جسے قرآن نے جاہلیت اولیٰ سے تعبیر کیا ہے جس میں عورت ایک بازیچۂ اطفال اور کھلونا بن کر رہ گئی تھی۔ اور اس وجہ سے یہ صورتحال خانگی اور تمدنی زندگی کے درہم برہم ہو جانے اور معاشرہ کی تباہی کا سبب بن رہی تھی۔ اسلام نے ان حالات کو اس طرح ختم کر دیا کہ مرد کی دست درازیوں اور شیطان صفت انسان نما درندوں سے اسکی حفاظت کے تمام وہ طریقے اختیار فرمائے جو عورت کو اس کی حیثیت اور مقام سے ہٹانے والے تھے خواہ وہ عملی وجوہات تھے یا نظریاتی یا پھر تصوراتی ہی کیوں نہ تھے۔ اسلام نے اسے حفاظت کے قابل ایک بیش بہا خزانہ ایک قیمتی اور انمول موتی اور ایک نازک آبگینہ قرار دیا۔

حضورؐ نے فرمایا: ان المرأۃ عورۃ مستورۃ (فی روایۃ عورۃ مخدرۃ) فاذا خرجت استشرفھا الشیطان۔ بلاشبہ عورت ایک چھپی ہوئی چیز ہے۔ جب وہ باہر نکل جاتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے۔ کہ اب کسی کو دام میں پھنساؤں گا۔"

مردوں کو انہیں بری نگاہ اٹھانے سے بھی روکتے ہوئے غض بصر کا حکم دیا گیا۔ حضورؐ نے فرمایا: زنا العین النظر۔ نگاہ بازی آنکھ کا زنا ہے کہ جیسی نگاہ ہو ویسے اس کے اثرات ہوتے ہیں

مگر آج کا یہ دور آزادیٔ نسواں اور حقوق اور مساوات کے نام سے اس مقدس اور محترم صنف نازک کو دوبارہ اسی جاہلیت اولیٰ کی طرف لوٹانے کی سعی مذموم کر رہا ہے کہ مسلمانوں کی یہ شرافت مآب دولت اور قیمتی خزانہ پھر ایک بار گھر کی دہلیز سے نکل کر سر بازار تماشائے عالم بن جائے رونق خانہ بننے کی بجائے شمع محفل ہو، آلات وصنائع اور حقیر سے حقیر مصنوعات کی تشہیر کا ذریعہ بن جائے وہ سیرگاہوں، پارکوں، ہوٹلوں، کلبوں، جلسوں، جلوسوں، اسمبلیوں اور عدالتوں، کارخانوں اور فیکٹریوں، تھیٹروں اور سینماؤں، سرکسوں، اور میلوں میں اور سیاست کی اسٹیج پر بھٹکتی ہوئی رسوا ہوتی ہوئی، مشقتیں اور مصیبتیں اٹھاتی ہوئی مردوں کی نشاط طبع کا سامان بن جائے اور یہ وہی فاسقانہ تبرج، جاہلیت اولیٰ (جاہلیت کی نمود و نمائش) ہے جو اس آبگینۂ عصمت وحیاء کو سر بازار پاش پاش کرنا چاہتی ہے۔ یہ دعوت و تحریک، اسے مرد کا کھلونا اور لعبتہ لاعبین۔ بنانے کی دعوت ہے۔ یہ دعوت درحقیقت عورت کی آزادی کی نہیں اسے پھر سے غلام اور بے بس بنا دینے کی دعوت ہے۔ اور جاہلیت کی وہی شکل ہے جسے اسلام نے تہ و بالا کر کے رکھ دیا تھا۔ اس صورتحال کا جاہلیت ماضی سے موازنہ کیجئے تب حضرت عمرؓ کے اس ارشاد کی قدر وقیمت معلوم ہو سکے گی، فرمایا اس عظیم مصلح اور مفکر اور سیاستدان اسلام نے: انما تنقض عری الاسلام عروۃً عروۃً اذا نشأ فی الاسلام من لم یعرف الجاھلیۃ۔ جو شخص اسلام میں رہتے ہوئے جاہلیت کے طور طریقوں سے ناواقف ہے۔ اس سے خطرہ ہے کہ وہ اسلام کو ایک ایک کڑی کر کے توڑ بیٹھے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اسلام نے عورتوں کو کیسے اس جاہلیتِ اولیٰ کی ظلمتوں سے نکال کر نور کے اجالا میں کھڑا کر دیا اسلام نے عورتوں کے حقوق کی رعایت و نگہداشت، عصمت و عفت کی حفاظت، تہذیب و تربیت کا ایک ایسا مستقل نظام پیش فرمایا جو اصول و جزئیات، جلی اور خفی، علمی اور نظری، عملی اور خیالی، تمام گوشوں پر ایسا حاوی ہے کہ اس نظام عصمت پر فحشاء اور فواحش کا سایہ تک بھی نہیں پڑ سکتا۔ دواعی اور اسباب فحاشی کو بھی فواحش کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔ یہاں تک کہ خیال اور تصور کی لامحدود وسعتوں کو بھی عصمت و عفت کے دوائر میں محدود و محصور کر دیا گیا ہے۔ اس نظام میں حالات و مصالح، علل و بواعث اور جبلی اور فطری تقاضوں کی ہر طرح رعایت رکھی گئی ہے جس کے بغیر نہ سیاست مدنیہ درست ہو سکتی ہے نہ تہذیب اخلاق ممکن ہے نہ تدبیر منزل کارگر ہو سکتی ہے۔ اور جس کے بغیر ایک پاکیزہ معاشرہ کی تعمیر، اخلاقی قدروں کی حفاظت، خاندانی نظام کا قیام و استحکام اور تہذیب و تمدن کا کوئی مثالی نمونہ قائم کرنا قطعی ناممکن ہے۔ آیئے ہم اس سلسلہ میں قرآن و سنت پر ایک سرسری نگاہ ڈالیں اور دیکھیں کہ مرد و زن کا خالق حکیم خداوند کریم اور بنی نوع انسان کے رحمت مجسم نبی الرحمۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہماری رہنمائی کس طرح فرمائی ہے۔ اس کے بعد ایک انصاف پسند اور جویائے حق طبیعت خود فیصلہ کر سکتی ہے کہ خدا اور رسول کا منشاء کیا ہے؟ ارشادِ ربانی ہے:

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن	اور گھروں میں ٹھہری رہو اور پچھلی جاہلیت کی
تبرج الجاهلیة الاولیٰ۔	زینت اور نمائش ترک کر دو۔

چلتے پھرتے پابندی عائد کی کہ وہ ایسے لباس میں رہے کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ اور عضو نہ کھلے اور نہ مخفی محاسن کی نمائش ہو فرمایا:

ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن۔	اپنے سینوں اور گریبانوں پر دوپٹوں کا آنچل ماریں۔

دوسری جگہ ازواج مطہرات، بنات اطہار اور تمام مسلمان خواتین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

یدنین علیهن من جلابیبهن	وہ لمبی لمبی چادریں اپنے اوپر ڈھانک لیں۔

مفسرین نے جلباب کی تفسیر میں لکھا ہے:

هوالرداء فوق الخمار۔ جلباب، دوپٹہ کے اوپر اوڑھنے والی لمبی چادر کا نام ہے۔ حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں: تغطی ثغرة نحرها بجلبابها تدنیه علیها۔ وہ اپنے سینہ کو اوپر تک ڈھانک لیتی تھی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: الذی یستر من فوق الی اسفل۔ وہ کپڑا جو اوپر سے نیچے تک ڈھانپ لے۔

اس آیت کا مفہوم صحابیات نے یہی سمجھ لیا تھا حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں انصاری عورتوں پر خدا رحم کرے کہ انہوں نے حکم حجاب سنکر بڑی چادروں کو پھاڑ کر اپنے اوپر لپیٹ لیا۔ شققن مروطهن فاعتجرن منها۔ اب اگر دینی اور دنیوی ضرورت کی وجہ انہیں باہر نکلنا بھی پڑ جاتا تو بقول حافظ ابن حجرؒ۔ فعلن کن یحجن ویطفن وهن مستترات الابدان۔

حضورؐ کے وصال کے بعد ازواج مطہرات حج اور طواف بھی کرتیں تو اپنے ہمراہ [illegible] ڈھ[illegible] نیچے [illegible] تے ہوئے [illegible]

مومنہ پر بھی ان عام زینتوں کو چھپائے رکھنے کے لئے مزید تاکیدی حکم دیا گیا۔ فرمایا:

قل للمؤمنٰت یغضضن من ابصارھن
ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن
الا ما ظھر منھا۔ (الآیۃ)

مومنات کو حکم دو کہ نگاہیں نیچی رکھیں شرمگاہوں
کی حفاظت کریں، اپنے بناؤ سنگھار کو نہ کھولیں مگر
یہ کہ بمجبوری اور بلا قصد خود ظاہر ہو جائے۔ اس پردہ
اس میں گرفت نہیں۔

اس پردہ اور حجاب کا مزید واضح اور غیر مبہم حکم ان الفاظ میں دیا گیا:

واذا سألتموھن متاعاً فاسئلوھن من وراء حجاب۔ بغیر ضرورت کے پردہ کے پاس بھی مت آؤ اگر بمجبوری کوئی ضرورت پڑ جائے تو گھر میں جھانکنے اور داخل ہونے کی بجائے پس پردہ مانگ لیا کرو۔ گویا گفتگو بھی پس پردہ ہوگی اور ضرورت بھی بڑے بڑے معاملات، تجارتی لین دین کی نہیں دکانوں اور سٹوروں میں ماڈل گرل بن کر تجارت کے سودے چکانے کی نہیں فٹ پاتھوں پر اور سرکسوں سے باہر ڈگڈگی بجا بجا کر لوگوں کو کھینچنے کی نہیں بلکہ صرف کوئی معمولی چھوٹی موٹی چیز جسے لفظ متاعاً میں اشارہ کر دیا

اس آیت حجاب کا مقصد واضح ہے کہ اجنبیوں کے لئے نہ صرف عورت کا عام جسم بلکہ اس کا چہرہ اور ہاتھ پاؤں بھی حجاب کے حکم میں شامل ہیں۔ بعض روایات میں آیت بالا کے استثناء۔ الا ما ظھر منھا۔ کا مطلب یہ لیا گیا ہے کہ اس جملہ سے چہرہ ہاتھ اور پاؤں مستثنیٰ کر دیئے گئے کہ عورت ان اعضاء کے چھپانے کی پابند نہیں ایسی روایات کو مخالفین پردہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمیں بے پردگی کا سرٹیفکیٹ مل گیا ہے، حالانکہ یہ ناسمجھی ہے یا جان بوجھ کر دجل وتلبیس سے کام لیتے ہوئے مغالطہ دیا جاتا ہے۔ اس طرح یہ لوگ ان تمام روایات و نصوص کو نظر انداز کر دیتے ہیں جن میں ہاتھ پاؤں اور چہرہ کے ڈھانپنے کا صریح حکم دیا گیا ہے۔ حالانکہ درحقیقت دونوں قسم کی روایات میں کوئی تعارض نہیں دونوں اپنے اپنے دائرہ میں واجب العمل ہیں۔ ایک کا دائرہ ستر اور دوسرے کا حجاب ہے۔ ایک ہے ستر عورت اور ایک ہے حجاب یعنی مردوں سے پردہ کرنا۔ ستر عورت، مرد اور عورت دونوں پر یکساں فرض ہے۔ مرد کے جسم کا ستر ناف سے لیکر گھٹنوں تک ہے۔ یعنی یہ حصہ جسم کا کسی کے سامنے نہیں کھولے گا۔ جسم کا اس کے علاوہ حصہ ستر سے خارج ہے۔ اور عورت کے جسم کا ستر والا حصہ اتنا نہیں بلکہ گردن سے لیکر سینہ، پیٹ، پیٹھ، رانیں، ٹانگیں بمعہ ٹخنوں اور گٹہ تک چھپا سے رکھنا فرض ہے جس طرح مرد جسم کا حصہ ستر، نہ گھر میں کسی کے سامنے کھولے گا نہ باہر، خواہ اس کا والد بھائی بیٹا کیوں نہ ہوں، اسی طرح عورت اپنے جسم کا مذکورہ سارا حصہ اپنے گھر میں محارم سے بھی چھپائے رکھے گی، البتہ چہرہ ہاتھ اور پاؤں کا چھپانا باپ بھائی بیٹے اور محارم سے چھپانا ضروری نہیں۔ اگر

(باقی صفحہ ۳۴ پر)